REVIEW OF RESEARCH
ISSN: 2249-894X
IMPACT FACTOR : 5.7631(UIF)
UGC APPROVED JOURNAL NO. 48514
VOLUME - 8 | ISSUE - 9 | JUNE - 2019

اما م الہند مولانا ابوالکلام آزادؔ

اسوسی ایٹ پروفیسرڈاکٹرشیخ میمونہ اللہ بخش
یو.ای.ایس.مہیلا مہاودھیالیہ ، شولاپور

مولانا ابوالکلام آزاد کا نام آتے ہی زبان پر مرزا غالب کا یہی شعر فوراً یاد آجاتاہے۔

زباں پر بارِ خدا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بو سے میری زباں کے لیے

مولانا ابوالکلام آزادؔ بر صغیر کی وہ عبقری شخصیت ہیں جن پر ہر ہندوستانی کو ناز ہے وہ نابغۂ زندگی روزگار تھے انہوں نے جس میدان میں قدم رکھا وہاں اپنی انفرادیت کا سکہ بٹھا دیا۔ مولانا آزاد ذات میں ایک انجمن تھے وہ بیک وقت شعلہ بیان مقرر، مفسر قرآن بیباک صحافی ، مفکر قوم، خطیب ، انشا پرداز اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سے محب وطن مجاہد آزادی اور ایک بیباک سیاست داں بھی تھے۔ انہوںنے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں اور ذہانت سے دینی ، علمی ، ادبی ، ثقافتی ، سیاسی اور سماجی شعبۂ ہائے جات میں اپنے ان مٹ نقوش ثبت کئے جن کی نظیر مفقود ہے اس کے علاوہ وہ اپنے عہد کی پہچان و آواز بھی تھے۔

مولانا ابوالکلام آزادؔ کی ١١.نومبر ١٨٨٨ء کو مکہ معظمہ میں ولادت ہوئی ۔ ان کا پورا نام محی الدین تھا۔ ان کے والد کا نام مولانا خیرالدین تھا وہ اپنے وقت کے ممتاز وجید عالم دین تھے ان کی عظمت و فضیلت اور رشدو ہدایت کا چرچا ہر سوا تھا ان کے مداح و معتقدین ہندوستان کے علاوہ عرب دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ایسے خالص مذہبی و عربی نسل گھرانے میں مولانا آزاد کی پرورش ہوئی۔ ان کی ابتدائی تعلیم مروجہ زمانے کے مطابق گھر پر ہی ہوئی۔ ١٧.سال کی عمر میں مولانا آزادؔ نے جامعہ اظہر سے عربی ، فارسی ، ریاضی اور فلکیت میں تعلیم حاصل کی ۔ وہ بچپن ہی سے محنتی و ذہین طالب علم تھے۔ عربی زبان پر انہیں کافی مہارت حاصل تھی وہ مذہبی ودینی گھرانے کے چشم چراغ تھے مولانا آزاد اگر چاہتے تو اپنے والد محترم کے جانشین ہو سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اپنے خانودہ ماحول اور خاندان کی مروجہ پابندیوں سے رشتہ منقطع کر کے علیحدہ راستہ نکال کر تادم حیات کا رہبندرہے۔

مولانا آزادؔہوش سنبھالتے ہی ملک کے سیاسی حالات کا مشاہدہ کیا۔ ایک طرف ہندوستانی مسلمانوں کو سر سید اور علی گڑھ تحریک اور ان کے خیالات و افکار کے زیر اثر پایا تو دوسری طرف مسلمانانِ ہند کو تحریک آزادی کے حصول سے پرے اور انہیں انگریزی حکومت کے قریب دیکھا اس عمل سے مولانا آزادؔنے مستقبل میں جرمِ خطرہ محسوس کیا۔ مولانا آزادؔایک دور اندیش انسان تھے۔ انہیں یقین ہو چلا تھا کہ اب ہندوستان میں مسلمانوں کا اقتدار بحال ہونا ممکن نہیں اور نہ کوئی مسلمانانِ ہند کی رہنمائی کرنے والا ہے۔ ایسے اضطراب آمیز اور نازک حالات میں مولانا آزادؔنے قوم کی ہچکولے کھاتے ہوئے سفینے کو سہارا دیا اور مسلمانانِ ہند کو وقت اور حالات کے سانچے میں ڈھال کر انہیں خواب غفلت سے بیدار کراتے

کی غرض سے وہ کمربستہ ہو کر میدان کا رزارِ سیاست میں قدم رکھا۔ انہوں نے اپنی حکمت عملی سے ملک میں متحدہ قومیت کا پرچم بلند کیا۔

۱۹۰۸ء میں مولانا آزادؔنے مسلم ممالک کا دورہ کیا وہاں انہوں نے جدوجہد آزادی کی تڑپ اور حریت پسندی کے جذبے کا بغور مشاہدہ کرکے تازہ دم ہو کر اپنے وطن لوٹ آئے اور وہ یہاں کے مسلمانوں کو جدید تقاضوں سے واقف کروایا ۔ انہوںنے اپنی آواز عوام تک پہنچانے اور ملک میں ہندو مسلم اتحاد رشتہ کے تہذیبی مشن کو کامیاب بنانے کے مقصد کے تحت پیشہ صحافت سے وابستہ ہوئے۔ چھوٹی سی عمر میں انہوںنے اپنی صحافتی سفر کا آغاز کیا۔ ۱۹۰۰ ء ہفت روزہ ''المصباح'' کا اجراء کیا پھر پندرہ سال کی عمر میں ہفت روزہ ''لسان الصدق'' بھی جاری کیا ان اخبارات کے بعد ''وکیل'' ، ''تحفہ محمد''، اور ''خدنگ نظر '' ہفت روزہ اخبارات بھی منظر عام پر لائے۔ یہ جرائد آسمانِ صحافت پر نمودار ہو کر غرو ب ہو گئے۔ علاوہ ازیں مولانا آزادؔنے ۱۹۱۲ء کلکتہ سے شاہکار ہفت روزہ ''الہلال'' شائع کیا یہ اخبار صرف ایک سیاسی ترجمان ہی نہیں تھا بلکہ علمی و ادبی نوعیت کا پرچہ تھا۔ اس اخبار کے اجراء کا عین مقصد ہندوستانیوں میں اتحاد ، یکجہتی اور سیاسی شعور کو اجاگر کرکے انہیں وقت کے تقاضوں سے روشناس کرانا تھا۔ اخبار''الہلال'' انگریزی حکومت کی آنکھوں میں کانٹا بنا ہوا تھا اسے مخالف حکومت کی سرگرمیوں کی پاداش میں ضبط کر لیا گیا۔ مولانا آزادؔ''الہلال'' بند ہونے کے بعد خاموش نہیں بیٹھے وہ اجتہاد پسند تھے۔ ۱۹۱۴ء میں ہفت روزہ ''البلاغ'' کا اجراء عمل میں لایا۔

مولانا ابوالکلام آزادؔایک ممتاز صحافی ہونے کے علاوہ ایک نامور ادیب، انشا پرداز و منفرد قلمکار بھی تھے ان کے قلم کی سحری سے نکلے ہوئے جواہر پاروں میں ترجمان القرآن ''قولِ فیصل'' تذکرہ ، کاروانِ خیال مکاتب کا مجموعہ ، غبارِ خاطر اور مقالات آزادؔ منظر عام پر آکر مقبولیت کی سند حاصل کر چکے ہیں متذکرہ تصانیف اردو ادب کا گراں قدر سرمایہ ہیں جونئی نسل کے لئے نشانِ منزل ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزادؔکی تحریروں میں شگفتگی ، رنگینی ، فلسفیانہ تصورات اور پروقار افکار و نظریات کی آمیزش ملتی ہے۔ مولانا آزادؔکی تحریروں سے متاثر ہو کر رئیس المتغزلین مولانا حسرتؔ موہانی مدیر ''اُردوئے معلیٰ '' نے کہا تھا۔

جب سے دیکھی ہے ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں کچھ مزا نہ رہا

مولانا آزادؔنے اپنے زور قلم سے جہاں مذہبی اور ادبی دنیا میں اپنی شناخت بنا کر اپنا مرتبہ بلند کیا ہے وہیں پر میدانِ شاعری میں بھی اپنی شاعرانہ عظمت کا جادو جگایا ہے انہیں بچپن ہی سے شاعری کا ذوق تھا مولوی عبدالواحد خاں سہسرامی نے شاعر ی کا شوق پیدا کیا جو مولوی فاروق چریاکوٹی کے شاگرد رشید تھے۔ مولوی عبدالواحد خاں سہسرامی نے ہی مولانا کا آزادؔ تخلص رکھا۔ یہیں سے مولانا آزادؔکا شعری ذوق پروان چڑھتا گیا پھر بعد میں انہوں نے مولوی ظفر احسن سے شاعری کی باقاعدہ اصلاح لیتے رہے۔ مولانا آزادؔنے بحیثیت شاعر اپنے جذبات و احساسات اور تخیل کو شاعری کے سانچے میں ڈھال کر شعر لکھتے رہے لیکن مولانا آزادؔزیادہ عرصے تک شاعری سے وابستہ نہ رہے۔ مولانا آزادؔکے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

کیوں اسیر گیسوئے خمدار قاتل ہو گیا
ہے کیا بیٹھے بٹھائے تجھ کو اے دل ہو گیا

کوئی نالاں ، کوئی گریباں، کوئی بسمل ہو گیا
اسکے اٹھتے ہی دگرگوں رنگِ محفل ہو گیا
وعدۂ وصل بھی کچھ طرفہ تماشے کی ہے بات
میں تو بھولوں نہ کبھی ان کو کبھی یاد نہ ہو

مولانا ابوالکلام آزادؔایک سچے محب وطن ، نڈر ، بیباک رہنما ئے قوم تھے ان کے بھی دل میں ہندوستان کو انگریزی سامراجیت سے نجات دلانے کی آگ بھڑک رہی تھی چنانچہ انہو ں نے مولانا محمد علی جوہرؔ ، مہاتما گاندھی ، پنڈت جواہر لال نہرو ، رفیع احمد قدوائی ، بدرالدین طیب جی اور سردار پٹیل جیسے مجاہدین آزادی کے کارواں میں شامل ہو کر جدوجہد آزادی کا نعرہ بلند کیا۔ انہوںنے اپنے افکار و جدید تقاضو ں کے ذریعے بالخصوص مسلمانانِ ہند میں حب الوطنی اور جدوجہد آزادی کا جذبہ پیدا کر کے ان میں نئے افکار و نظریات سے ایک نئی جہت عطا کی۔ ۱۹۲۱ ء میں پہلی بار انہیں سیاسی الزامات کے تحت کلکتہ جیل میں ڈال دیا گیا مگر مولانا آزادؔعزم و استقلال کا پیکر تھے وہ صبر آزما اور حوصلہ شکن حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے کام کرتے رہے۔ وہ انڈین نیشنل کانگریس کے کم عمر صدر بھی رہے۔ کانگریس ورکنگ کمیٹی میں مولانا آزادؔکی رائے کو مقدم مانا جاتا تھا وہ اصول پسند تھے وہ خاموشی سے غور و فکر کر کے جواب دیتے۔ وہ حق بات کے لئے مہاتما گاندھی اور پنڈت نہرو کو متاثر کر دیتے تھے۔ مولانا آزادؔہمیشہ کم تو تھے۔ ان کی خاموشی پر بعض لوگوںنے تنگ مزاج کا نام دیا مگر ایسا نہیں تھا بعض ادیبوں نے لکھا ہے کہ ان میں سنجیدگی ، متانت اور بردباری کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔

مولانا آزادؔجدوجہد آزادی ہند کے علمبردار تھے وہ ہندوستان کو انگریزیوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے قائدین قوم کے ساتھ آزادی کی مشعل لیے آگے بڑھتے رہے اس راہ میں انہیں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ Defence of India and Audience کے تحت انہیں رانچی جیل میں نظر بند کر دیا گیا چار سال بعد جیل سے رہا ہوئے تحریک خلافت سے منسلک ہو کر جدوجہد آزادی کے کارواں کو آگے بڑھاتے رہے۔

مولانا آزادؔتحریک عدم تعاون Non co-operation Movement اور بھارت چھوڑو تحریک Quit India Movement میں شامل ہو کر مہاتما گاندھی جی اور پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر ہندوستان کو آزادی دلانے کے لئے کوشاں رہے۔ ۹,اگست ۱۹۴۲ء میں انہیں گرفتار کر کے احمد نگر قلعے میں بند کر دیا گیا۔ ایام اسیری میں مولانا آزادؔنے اپنے مشن کو جاری رکھا وہ احمد نگر جیل میں خاموش نہیں بیٹھے بلکہ وہ فرصت کے لمحات اور انتہائی سے استفادہ کرتے ہوئے خطوط کا مجموعہ ''غبار خاطر'' شاہکار تصنیف کی تکمیل کی۔ غبار خاطر تصنیف سے مولانا آزادؔکے ایام قید کے شب وروز کے ذہنی و فکر ی حالات کاثمرہ ہے۔ غبارِ خاطر مولانا آزادؔکی شخصیت کی عکاسی کرتی ہے۔

مولانا آزادؔاصول پسند و غیور پسند خوددار تھے۔ ایام اسیری کے دوران ان کی اہلیہ ذلیخہ بیگم کا انتقال ہوا تب انگریزی حکام نے کہا تھا اگر مولانا آزادؔدرخواست کریں تو ہم انہیں رہا کر دیں گے۔ مگر مولانا کو یہ بات منظور نہیں تھی انہوںنے انکار کر دیا مگر انگریزی حکام کے آگے سر نہیں جھکایا۔ انہوںنے اپنے قوم و وطن کی عظمت کی خاطر سب کچھ نثار کردیا۔ ۱۹۴۵ء میں قید سے رہائی ملی مگر ہندوستان کو آزاد کرانے کا جذبہ ماند نہیں پڑا۔

مولانا آزادؔہندو مسلم اتحاد کے حقیقی پیکر تھے۔ انہوںنے کانگریس کے ایک خصوصی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔ ''اگر ایک فرشتہ آسمان کی بلندیوں سے اتر کر آئے اور

دہلی کے قطب مینار پر کھڑا ہو کر یہ اعلان کر دے کہ سوراج چوبیس گھنٹے کے اندر مل سکتا ہے۔ مگر شرط ہے کہ ہندو مسلم اتحاد سے دستبردار ہو جائیں تو میں سوراج سے دست بردار ہو جاؤں گا کیونکہ سوراج کے ملنے میں تاخیر ہوئی تو ہندوستان کا نقصان ہوگا ، اگر ہمارا اتحاد جاتا رہا تو یہ عالم انسانیت کا نقصان ہوگا۔ ''

مولانا آزادؔکے اس خطبے سے یہ پیام ملتا ہے کہ وہ ہندو مسلم اتحاد کے حقیقی امین تھے۔ آخر کار ۱۵,اگست ۱۹۴۷ء کو ہمارا ملک انگریزوں کی غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوا۔ مگر انگریزوں نے جاتے جاتے اپنی مکارانہ چالوں و دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اس عظم ملک کو تقسیم کرنے کا بیج بو دیا جو بہت جلد تناور و درخت کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ ہندوستان و پاکستان منقسم ہو کر رہ گئے۔ آزادی کے چند دنوں بعد ملک میں ہندو مسلم کش فسادات پھوٹ پڑے صدیوں پرانی ہندو مسلم دوستی ، یکجہتی و تہذیب و تمدن کی عمارت متزلزل ہو کر رہ گئی ۔ ہندوستان سے مسلمان کثیر تعداد میں پاکستان ہجرت کرنے لگے اس عمل سے مولانا آزادؔکو ایک دھکا سا لگا اور انہیں تقسیم ہند کا صدمہ بہت گہرا ہوا۔ ا ن کی یکتائی کا خواب چکنا چور ہو کر رہ گیا جس کا اظہار مولانا آزادؔنے اپنی اکری تصنیف ہندوستان آزادی حاصل کرتاہے۔ **India wind Freedom** میں کیا ہے۔

مولانا آزادؔماہِ اکتوبر ۱۹۴۷ ء میں مسلمانانِ دہلی کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

''ائے میرے عزیزو! آپ جانتے ہیں کہ وہ کونسی چیز ہے جو مجھے یہاں لائی ہے ۔ میرے لیے شاہ جہاں کی اس یادگار مسجد میں اجتماع سے خطاب کوئی نئی بات نہیں۔ میں نے ایسے زمانے بھی دیکھے ہیں جس پر لیل و نہار کی بہت سے گردیش بیت چکی ہیں۔ تمہیں یہیں سے خطاب کیا تھا جب تمہارے چہروں پر اضمحلال کے بجائے اطمینان تھا۔ اور تمہارے دلوں میں شک کے بجائے اعتماد تھا۔ آج تمہارے چہروں کا اضطراب اور دلوں کی ویرانی دیکھتا ہوں تو بے اختیار مجھے پچھلے برسوں کی بھولی بسری کہانیاں یاد آجاتی ہیں۔ تمہیں یاد ہے۔ میں نے تمہیں پکارا تم نے میری زبان کاٹ لی۔ میں نے قلم اٹھایا اور تم نے میرے ہاتھ قلم کر دیے۔ میں نے چلنا چاہا تم نے میرے پاؤں کاٹ دئیے میں نے کروٹ لینی چاہی تم نے میری کمر توڑ دی۔ '' (از خطباتِ آزادؔ)

مولانا آزادؔکے اس پُراثر و فکر انگیزخطاب سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر بے لوث قائد تھے۔ ان کے دل میں مسلمانوں کے متعلق سے کس قدر ہمدردی کا جذبہ موجزن تھا ۔ مولانا آزادؔدو قومی نظریے کے مخالف تھے وہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانانِ ہند تقسیم ہند کو قبول کرلیں ان کی دوراندیشی تھی کہ مسلمان اسی ملک میں رہ کر اپنے حقوق حاصل کریں انہوںنے اس وقت کے نام نہاد مسلم قائدین کو جھنجھوڑتے ہوئے کہاتھا۔

''دنیا پر حکومت کرنے والے ایک چھوٹے سے خطے پر اکتفاکر رہے ہو۔ آپ مادرِ وطن چھوڑے جا رہے ہیں آپ نے کبھی یہ بھی سوچا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ آپ کے اس طرح فرار ہوتے رہنے سے ہندوستان میں بسنے والے مسلمان کمزور ہو جائیں گے۔ اور ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے جب پاکستان کے علاقائی باشندے اپنی جداگانہ حیثیتوں کا دعویٰ لے کر اُٹھ کھڑے ہوں گے ۔ بنگالی ، پنجابی ، بلوچی اور پٹھان خود کو مستقل قرار دینے لگیں تو اس وقت آپ کی پوزیشن کیا ہوگی۔ ہندو آپ کا مذہبی مخالف ہو سکتا ہے ، قومی اور قوطنی نہیں ۔ آپ اس صورت حال سے نپٹ سکتے ہیں ۔ مگر پاکستان میں کسی بھی وقت قومی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔ جس کے آگے آپ بے بس ہو کر رہ جائیں گے۔''

مولانا آزادؔکی یہ صدائے درد صحرائوں میں بھٹکتی رہی ان کی یہ پیش قیاسی صحیح ثابت ہوئی۔ تقسیم ہند کی نصف صدی گذرنے کے بعد ہجرت کر کے پاکستان میں بسے ہوئے مسلمانوں کو آج بھی مہاجر کہا جاتا ہے۔ کیوں؟

مولانا آزادؔخوفزدہ اور بے بس مسلمانوں کے ایک مجمع سے خطاب کرتے ہوئے انہیں اپنی حیثیت کا احساس دلاتے ہوئے کہاتھا۔

''آج تم زلزلوں سے ڈرتے ہو کبھی تم خود ایک زلزلہ تھے۔ آج تم اندھیروں سے کانپتے ہوکیا تمہیں یاد نہیں کہ تمہارا وجود ایک اجالاتھا۔ یہ بادلوں نے میلا پانی برسایا ہے۔ تم بھیگ جانے کے خدشے سے اپنے پائچے چھڑالیے ہیں۔ وہ تمہارے اسلاف تھے جو سمندروں میں اتر گئے پہاڑیوں کی چھاتی کوروند ڈالا۔ بجلیاں آئیں تو اس پر مسکرا دیئے۔ بادل گرجے تو تم نے قہقہوں سے جواب دیا۔ صرصرا اٹھی تو اس کا رُخ پھیر دیا۔ آندھیاں آئیں تو رُخ پھیر دیا ۔ گریباں سے کھیلنے والے آج تم خود گریبانوں سے کھیلنے لگے ہیں اور خدا سے اس قدر غافل ہو گئے کہ جیسے کبھی ایمان ہی نہیں تھا۔''

مولانا آزادؔنے اس خطاب میں مسلمانانِ ہند کو اپنی عظمت و شان شوکت کا احساس دلایا ہے۔ آزادی سے پہلے مسلمانوں کی حیثیت کیا تھی اور آزادی کے بعد کیا ہو کر رہ گئی۔ مولانا آزادؔنے اپنے مذہبی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے ملک و قوم بے لوث خدمات انجام دیں ساتھ ہی ساتھ انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کو مستحکم بنائے رکھنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ مولانا آزادؔکی زندگی ایک کھلی کتاب تھی وہ سادگی پسند تھے صرف تین شیروانیوں پر اکتفا کر کے استعمال کیا کرتے تھے۔ انہوں نے پیچھے کوئی بینک بیالنس نہیں چھوڑا۔ ان کی سادہ زندگی ہماری قومی زندگی کی ترجمانی کرتی ہے ان کے افکار و خیالات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ آخر کار آزادی ہند کا علمبردار بے تیغ سپاہی و درخشندہ ستار ۲۲ ,فروری ۱۹۵۸ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ احاطہ جامع مسجد ، دہلی میں ابدی نیند سو رہا ہے۔

بعد از مرگ مولانا ابوالکلام آزادؔ کو حکومت ہند کی جانب سے ان کی خدمات کے اعتراف میں باوقار اعزاز''بھارت رتن '' سے نوازا گیا جب کہ مولانائے محترم کی شخصیت کئی اعزازات کے استحقاق کی اہل تھی بقول مرزا غالبؔ۔

رونق ہستی ہے عشق خانہ ویران ساز ہے
انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں

مولانا ابوالکلام آزادؔ

اسوسی ایٹ پروفیسرڈاکٹرشیخ میمونہ اللہ بخش
یو۔ای۔ایس۔مہیلا مہاودھیالیہ ، شولاپور